

# کسے را میسر نہ شد این سعادت

<"xml encoding="UTF-8?>

## نام

پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کا نام علی رکھا۔ حضرت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد نے پیغمبر اسلام (ص) سے عرض کیا کہ ہم نے باتفاق غیبی سے یہی نام سننا تھا۔

## القاب

آپ کے مشہور القاب امیر المؤمنین ، مرتضی، اسد اللہ، ید اللہ، نفس اللہ، حیدر، کرار، نفس رسول اور ساقی کوثر ہیں۔

## کنیت

حضرت علی علیہ السلام کی مشہور کنیت ابو الحسن و ابو تراب ہیں۔

## والدین

حضرت علی (ع) ہاشمی خاندان کے وہ پہلے فرزند ہیں جن کے والد اور والدہ دونوں ہاشمی ہیں۔ آپ کے والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ہیں اور ماں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔ ہاشمی خاندان قبیلہ قریش میں اور قریش تمام عربوں میں اخلاقی فضائل کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے۔

جو ان مردی ، دلیری ، شجاعت اور بہت سے فضائل بنی ہاشم سے مخصوص تھے اور یہ تمام فضائل حضرت علی (ع) کی ذات مبارک میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

## ولادت

جب حضرت علی (ع) کی ولادت کا وقت قریب آیا تو فاطمہ بنت اسد کعبہ کے پاس ائیں اور آپنے جسم کو اس کی دیوار سے مس کر کے عرض کیا:

پوردگارا ! میں تجھ پر، تیرنبویوں پر، تیری طرف سے نازل شدہ کتابوں پر اور اس مکان کی تعمیر کرنے والے، آپنے جد ابراہیم (ع) کے کلام پر راسخ ایمان رکھتی ہوں۔

پوردگارا ! تجھے اس ذات کے احترام کا واسطہ جس نے اس مکان مقدس کی تعمیر کی اور اس بچہ کے حق کا واسطہ جو میرے شکم میں موجود ہے، اس کی ولادت کو میرے لئے آسان فرم۔

ابھی ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ کعبہ کی جنوبی مشرقی دیوار، عباس بن عبد المطلب اور یزید بن تعرف کی نظروں کے سامنے شگافتہ ہوئی، فاطمہ بنت اسد کعبہ میں داخل ہوئیں اور دیوار دوبارہ مل گئی۔ فاطمہ بنت

اسد تین دن تک روئے زمین کے اس سب سے مقدس مکان میں اللہ کی مهمان رہیں اور تیرہ ربیع سن ۱۳۰  
عام الفیل کو بچہ کی ولادت ہوئی۔ ولادت کے بعد جب فاطمہ بنت اسد نے کعبہ سے باہر آنا چاہا تو دیوار دو  
بارہ شگافتہ ہوئی، آپ کعبہ سے باہر تشریف لائیں اور فرمایا：“میں نے غیب سے یہ پیغام سنتا ہے کہ اس بچے  
کا ”نام علی“ رکھنا ۔

## بچپن اور تربیت

حضرت علی (ع) تین سال کی عمر تک آپنے والدین کے پاس رہے اور اس کے بعد پیغمبر اسلام (ص) کے پاس  
آگئے۔ کیونکہ جب آپ تین سال کے تھے اس وقت مکہ میں بہت سخت قحط پڑا۔ جس کی وجہ سے رسول اللہ  
(ص) کے چچا ابو طالب کو اقتصادی مشکل کا بہت سخت سامنا کرنا پڑا۔ رسول اللہ (ص) نے آپنے دوسرے چچا  
عباس سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک، ابو طالب کے ایک ایک بچے کی کفالت آپنے  
ذمہ لے لے تاکہ ان کی مشکل آسان ہو جائے۔ اس طرح عباس نے جعفر اور رسول اللہ (ص) نے علی (ع) کی  
کفالت آپنے ذمہ لے لی ۔

حضرت علی (ع) پوری طرح سے پیغمبر اکرم (ص) کی کفالت میں آگئے اور حضرت علی علیہ السلام کی پرورش  
براہ راست حضرت محمد مصطفیٰ کے زیر نظر ہونے لگی۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے آپنا پورا وقت، اس  
چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا۔ کچھ تو حضرت علی (ع) کے ذاتی جوہر اور پھر اس پر  
رسول جیسے بلند مرتبہ مربیٰ کا فیض تربیت، چنانچہ علی علیہ السلام دس برس کے سن میں ہی اتنی بلندی پر  
پہنچ گئے کہ جب پیغمبر اسلام (ص) نے رسالت کا دعویٰ کیا، تو آپ نے ان کی تصدیق فرمائی۔ آپ ہمیشہ  
رسول اللہ (ص) کے ساتھ رہتے تھے، یہاں تک کہ جب پیغمبر اکرم (ص) شہر سے باہر، کوہ و بیابان کی طرف  
جاتے تھے تو آپ کو آپنے ساتھ لے جاتے تھے ۔

پیغمبر اکرم (ص) کی بعثت اور حضرت علی (ع) جب حضرت محمد مصطفیٰ (ص) چالیس سال کے ہوئے تو  
اللہ نے انہیں عملی طور پر آپنا پیغام پہنچانے کے لئے معین فرمایا۔ اللہ کی طرف سے پیغمبر (ص) کو جو یہ ذمہ  
داری سونپی گئی، اسی کو بعثت کہتے ہیں ۔

حضرت محمد (ص) پر وحی الہی کے نزول و پیغمبری کے لئے انتخاب کے بعد کی تین سال کی مخفیانہ دعوت کے  
بعد بالآخر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ (ص) کو عمومی طور پر دعوت اسلام کا حکم دیا گیا۔  
اس دوران پیغمبر اکرم (ص) کی الہی دعوت کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے والے تنہا حضرت علی (ع) تھے۔  
جب رسول اللہ (ص) نے اپنے اعزاء و اقرباء کے درمیان اسلام کی تبلیغ کے لئے انہیں دعوت دی تو آپ کے همدرد و  
همدم، تنہا حضرت علی (ع) تھے ۔

اس دعوت میں پیغمبر خدا (ص) نے حاضرین سے سوال کیا کہ آپ میں سے کون ہے جو اس راہ میں میری مدد  
کرے اور آپ کے درمیان میرا بھائی، وصی اور جانشین ہو؟

اس سوال کا جواب فقط حضرت علی (ع) نے دیا：“اے پیغمبر خدا! میں اس راہ میں آپ کی نصرت کروں گا۔  
پیغمبر اکرم (ص) نے تین مرتبہ اسی سوال کی تکرار اور تینوں مرتبہ حضرت علی (ع) کا جواب سننے کے بعد  
فرمایا:

اے میرے خاندان والوں! جان لو کہ علی میرا بھائی اور میرے بعد تمہارے درمیان میرا وصی و جانشین ہے۔  
علی (ع) کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ (ع) رسول اللہ (ص) پر ایمان لانے والے سب سے پہلے

شخص ہیں۔ اس سلسلے میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں :

"بزرگ علماء اور گروہ معتزلہ کے متكلمین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ علی بن ابی طالب (ع) وہ پہلے شخص ہیں جو پیغمبر اسلام پر ایمان لائے اور پیغمبر خدا (ص) کی تصدیق کی۔"

رسول اسلام کی بعثت، زمانہ، ماحول، شہر اور آپنی قوم و خاندان کے خلاف ایک ایسی مہم تھی، جس میں رسول کا ساتھ دینے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ بس ایک علی علیہ السلام تھے کہ جب پیغمبر نے رسالت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان کا اقرار کیا۔ دوسری ذات جناب خدیجۃ ال کبریٰ کی تھی، جنہوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقت اسلام کا شرف حاصل کیا۔

پیغمبر کا دعوائے رسالت کرنا تھا کہ مکہ کا برآدمی رسول کا دشمن نظر آئے لگا۔ وہ لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانتداری کا دم بھرتے تھے آج آپ کو (معاذ اللہ (دیوانہ، جادوگر اور نہ جانے کیا کہنے لگے۔ اللہ کے رسول کے راستوں میں کائنے بچھائی جاتے، انہیں پتھر مارے جاتے اور ان کے سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔ اس مصیبت کے وقت میں رسول کے شریک صرف حضرت علی علیہ السلام تھے، جو بھائی کاساتھ دینے میں کبھی بھی بمت نہیں بارتے تھے۔ وہ بیمیشہ محبت و وفاداری کا دم بھرتے رہے اور ہر موقع پر رسول کے سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ پیغمبر اور ان کے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے آپنے تمام ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفیٰ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ وہاں پر تین برس تک قید و بند کی زندگی بسر کرنی پڑی۔ کیون کہ اس دوران ہر رات یہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مار دے۔ اس لئے ابو طالب علیہ السلام نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسول کو ایک بستر پر رسول کے بستر پر عقیل کو کبھی علی کے بستر پر جعفر کو اور جعفر کے بستر پر رسول کے کبھی عقیل کے بستر پر رسول کو اور رسول کے بستر پر عقیل کو کبھی علی کے بستر پر رسول کو اور رسول کے بستر پر علی علیہ السلام کو لٹا تے رہتے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسول کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہیے تو میرا کوئی بیٹا قتل ہو جائے مگر رسول کا بال بیکا نہ ہونے پائے۔ اس طرح علی علیہ السلام بچپن سے ہی فدا کاری اور جان نثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے۔

رسول کی بجرت اور حضرت علی (ع) حضرت علی (ع) کے دیگر افتخارات میں سے ایک یہ ہے کہ جب شب هجرت مشرک دشمنوں نے رسول اللہ (ص) کے قتل کی سازش رچی تو آپ (ع) نے پوری شجاعت کے ساتھ رسول اللہ (ص) کے بستر پر سو کر انکی سازش کو نا کام کر دیا۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام کی وفات سے پیغمبر کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف بجرت کا راہ دکھلایا۔ دشمنوں نے یہ سازش سوچی کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبر کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کر دالیں۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے آپنے جان نثار بھائی علی علیہ السلام کو بلا کر اس سازش کے بارے میں اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان اس طرح بچ سکتی ہے اگر آج رات آپ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور میں مخفی طور پر مکہ سے روانہ ہو جاؤں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل دہل جاتا، مگر علی علیہ السلام نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ سے رسول کی جان کی حفاظت ہوگی، خدا کاشکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسول کا فدیہ قرار دیا جائیا ہے۔ یہی ہوا کہ رسالت ماب شب کے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علی بن ابی طالب علیہ ما السلام رسول کے بستر پر سوئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ بس اس بات کی دیر تھی کہ

ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں داخل ہو کر رسالت ما ب کو شہید کر ڈالیں۔ علی علیہ السلام اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور اپنی جان کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ جب دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمد نبی ہیں تو انہوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالا کہ آپ بتلادیں کہ رسول کہاں گئے ہیں۔ مگر علی علیہ السلام نے بڑھ بھادرانہ انداز میں یہ بتانے سے قطعی طور پر انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ (ص) مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جاسکیں۔ علی علیہ السلام تین روز تک مکہ میں رہے۔ جن لوگوں کی امانتیں رسول اللہ کے پاس تھیں ان کے سپرد کر کے خواتین بیت رسالت کو آپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کئی روز تک رات دن پیدل چلے کر اس حالت میں رسول کے پاس پہنچے کہ آپ کے پیروں سے خون بہ رہا تھا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام پر رسول کو سب سے زیادہ اعتماد تھا اور جس وفاداری، ہمت اور دلیری سے علی علیہ السلام نے اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے وہ بھی آپنی آپ ایک مثال ہے۔

## شادی

جب رسول اکرم (ص) ہجرت کر کے مدینے گئے تو فاطمہ زبرا السلام اللہ علیہا بالغ ہو چکی تھیں اور پیغمبر (ص) اپنی اکلوتوی بیٹی فاطمہ زبرا السلام اللہ علیہا کی شادی کی فکر میں تھے۔ کیوں کہ رسول (ص) اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں اتنی عزت دیتے تھے کہ جب فاطمہ زبرا السلام اللہ علیہا ان کے پاس تشریف لاتی تھیں تو رسول اللہ (ص) ان کی تعظیم کے لئے کھڑھ ہوجاتے تھے۔ اس لئے ہر شخص رسول کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنا میں تھا۔ کچھ لوگوں نے ہمت کر کے رسول کو پیغام بھی دیا مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا اور فرمایا کہ فاطمہ کی شادی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

عمر و ابوبکر قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ سے مشورہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پھونچ چکے تھے کہ علی (ع) کے سوا کوئی بھی زہرا (س) کے ساتھ ازدواج کی لیاقت نہیں رکھتا۔ ایک دن جب حضرت علی (ع) انصار رسول (ص) میں سے کسی کے باغ میں آبیاری کر رہے تھے تو انہوں نے اس موضوع کو آپ (ع) کے سامنے چھپیڑا اور آپ نے فرمایا :

”میں بھی دختر رسول (ص) سے شادی کا خواہاں ہوں، یہ کہہ کر آپ رسول اللہ (ص) کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب رسول اللہ (ص) کی خدمت میں پھونچے تو رسول اللہ (ص) کی عظمت اس بات میں مانع ہوئی کہ آپ (ع) کچھ عرض کریں۔ جب رسول اللہ (ص) نے آئے کی وجہ دریافت کی تو حضرت علی (ع) نے اپنے فضائل، تقویٰ اور اسلام کے لئے آپنے سابقہ کارناموں کی بنیاد پر عرض کیا : ”آیا آپ فاطمہ کو میرے عقد میں دینا بہتر سمجھتے ہیں؟“ حضرت زہرا (س) کی رضامندی کے بعد رسول اللہ (ص) نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔

ہجرت کا پہلا سال تھا کہ رسول نے علی علیہ السلام کو اس عزت کے لئے منتخب کیا۔ یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی۔ حضرت فاطمہ (س) کا مهر حضرت علی علیہ السلام سے لے کر اسی سے کچھ گھر کا سامان خریدا گیا جسے جہیز طور پر دیا گیا۔ وہ سامان بھی کیا تھا؟ کچھ مٹی کے برتن، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کابسٹر، چرخ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک۔ حضرت زبرا (س) کا مهر ایک سو سترہ توں چاندی قرار پایا، جسے حضرت علی علیہ السلام نے آپنی زرہ فروخت کر کے ادا کیا۔

وحی الہی کی کتابت اور بہت سے تاریخی و سیاسی اسناد کی تنظیم اور دعوت الہی کے تبلیغی خطوط لکھنا، حضرت علی (ع) کے بہت اہم کاموں میں سے ایک ہے۔ آپ (ع) قرآنی آیات کو لکھتے اور منظم کرتے تھے اسی لئے آپ کو کاتبان وحی اور حافظان قرآن میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت علیہ السلام ، پیغمبر اسلام (ص) کے بھائی پیغمبر اسلام (ص) نے مدینے پہنچ کر مسلمانوں کے درمیان بھائی کا رشتہ قائم کیا۔ عمر کو ابو بکر کا بھائی بنا دیا یاطلہ کو زبیر کا بھائی قرار دیا و . . . اور حضرت علی (ع) کو رسول اللہ (ص) نے اپنا بھائی بنایا اور حضرت علی (ع) سے فرمایا :

”تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ... میں تمہیں آپنی اخوت کے لئے انتخاب کرتا ہوں ، ایک ایسی اخوت جو دونوں جہان میں برقرار رہے۔“

### حضرت علی علیہ السلام اور اسلامی جہاد

اسلام کے دشمنوں نے پیغمبر اسلام (ص) کو مدینہ میں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ جو مسلمان مکہ میں تھے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں کچھ کو قتل کر دیا گیا، کچھ کو قیدی بنا لیا گیا اور کچھ کو مارا بیٹا گیا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسول کے خلاف مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ (ص) کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کریں، کیوں کہ انہوں نے آپ کو پریشانی کے عالم میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و مدد کا وعدہ کیا تھا، لہذا آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں اور دشمن کو مدینہ کی پر امن آبادی میں داخل ہونے اور عورتوں اور بچوں کو پریشان کرنے کا موقع دیں۔ آپ کے ساتھیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ آپ کے پاس کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور آپ کے پاس بتهیار بھی نہیں تھے، مگر آپ نے یہ طے کیا کہ ہم مدینے سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ یہ اسلام کی پہلی جنگ ہوئی جو آگے چل کر جنگ بدر کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جنگ میں رسول اللہ (ص) نے آپنے عزیزوں کو زیادہ آگے رکھا، جس کی وجہ سے آپ کے چچا زاد بھائی عبید ابن حارث ابن عبداللطیب اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ علی علیہ السلام ابن ابی طالب کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۵ برس تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علی علیہ السلام کے سر ہی بندھا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے ان میں سے آدھے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے اور آدھے، باقی مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد، أحد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین۔ یہ وہ بڑی جنگیں تھیں جن میں حضرت علی علیہ السلام نے رسول کے ساتھ رہ کر اپنی بھادری کے جو پر دکھائے۔ تقریباً ان تمام جنگوں میں علی علیہ السلام کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا۔ اس کے علاوہ بہت سی جنگیں ایسی تھیں جن میں رسول نے حضرت علی علیہ السلام کو تنہا بھیجا اور انہوں نے اکیلے ہی بھادری اور ثابت قدمی کے ساتھ فتح حاصل کی اور استقلال، تحمل اور شرافت نفیس کا وہ مطابرہ کیا کہ اس کا اقرار خود ان کے دشمن کو بھی کرنا پڑا۔ جب خندق کی جنگ میں دشمن کے سب سے بڑے سورہ ماعمرہ بن عبدود کو آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعاب دین پھینک دیا۔ آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے سے اتر آئی۔ صرف اس خیال سے کہ اگر اس غصے کی حالت میں اس کو قتل کیا تو یہ عمل خوابش نفس کے مطابق ہوگا، خدا کی راہ میں نہ ہوگا۔ اسی لئے آپ نے اس کو کچھ دیر کے بعد قتل کیا۔ اس زمانے میں

دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے اس کی لاش کو بربنہ کر دیتے تھے، مگر حضرت علی علیہ السلام نے اس کی زرہ نہیں اُتاری جبکہ وہ بہت قیمتی تھی۔ چنانچہ جب عمر کی بہن اپنے بھائی کی لاش پر ائی تو اس نے کہا اگر علی کے علاوہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل شریف انسان ہے جس نے آپنے دشمن کی لاش کی توبین گوارا نہیں کی۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ کیا۔

## غدیر خم

پیغمبر اکرم (ص) آپنی پر برکت زندگی کے آخری سال میں حج کا فریضہ انجام دینے کے بعد مکہ سے مدینے کی طرف پلٹ رہے تھے، جس وقت آپ کا قافلہ جھفہ کے نزدیک غدیر خم نامی مقام پر پہنچا تو جبرئیل امین یہ آئیہ بلغ لیکر نازل ہوئے، پیغمبر اسلام (ص) نے قافلے کو ٹھرنے کا حکم دیا۔

نماز ظہر کے بعد پیغمبر اکرم (ص) اونٹوں کے کجاوں سے بنے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا：“ایہ الناس! وہ وقت قریب ہے کہ میں دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے تمہارے درمیان سے چلا جاؤں، لہذا بتاو کہ میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟” سب نے کہا：“هم گواہی دیتے ہیں آپ نے الہی آئین و قوانین کی بہترین طریقے سے تبلیغ کی ہے” رسول اللہ (ص) نے فرمایا ”کیا تم گواہی دیتے ہو کہ خدائی واحد کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور محمد خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

پھر فرمایا：“ایہ الناس! مومنوں کے نزدیک خود ان سے بہتر اور سزا وار تر کون ہے؟۔” لوگوں نے جواب دیا：“خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔”

پھر رسول اللہ (ص) نے حضرت علی (ع) کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمای：“ایہ الناس! من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ۔ جس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔” رسول اللہ (ص) نے اس جملے کی تین مرتبہ تکرار کی۔

اس کے بعد لوگوں نے حضرت علی (ع) کو اس منصب ولایت کے لئے مبارک باد دی اور آپ (ع) کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

## حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اسلام (ص) کی نظر میں

علی علیہ السلام کے امتیازی صفات اور خدمات کی بنا پر رسول ان کی بہت عزت کرتے تھے اور آپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے کبھی یہ کہتے تھے کہ «علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں»۔ کبھی یہ کہا کہ «میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ کبھی یہ کہا «آپ سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے۔ کبھی یہ کہا» علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو بارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ کبھی یہ کہا» علی مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے۔“

کبھی یہ کہا» وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں ”یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی علیہ السلام کو نفسِ رسول کا خطاب ملا۔ عملی اعزاز یہ تھا کہ جب مسجد کے صحن میں کھلنے والی، سب کے دروازے بند ہوئے تو علی کا دروازہ کھلا رکھا گیا۔ جب مہاجرین و انصار میں بھائی کا رشتہ قائم کیا گیا تو علی علیہ السلام کو پیغمبر نے آپنا بھائی قرار دیا۔ اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں مسلمانوں کے مجمع

میں علی علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند کرکے یہ اعلان فرما دیا کہ جس طرح میں تم سب کا حاکم اور سرپرست ہوں اسی طرح علی علیہ السلام، تم سب کے سرپرست اور حاکم بیس۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ تمام مسلمانوں نے علی علیہ السلام کو مبارک باد دی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبر نے علی علیہ السلام کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسول اللہ (ص) کی وفات اور حضرت علی علیہ السلام ہجرت کا دسوچار سال تھا کہ پیغمبر خدا (ص) ایسے مرض میں مبتلا ہوئے، جو ان کے لئے مرض الموت ثابت ہوا۔ یہ خاندان<sup>۱</sup> رسول کے لئے بڑی مصیبت کا وقت تھا۔ حضرت علی علیہ السلام رسول کی بیماری میں آپ کے پاس موجود رہ کر تیمارداری کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اور رسول اللہ (ص) بھی آپنے پاس سے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علی علیہ السلام کا جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام (ص) نے علی علیہ السلام کو آپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک باٹیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد بھی حضرت علی علیہ السلام کو آپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جس وقت رسول اللہ (ص) کی روح جسم سے جدا ہوئی، اس وقت بھی حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ رسول کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

جس نے زندگی بھر پیغمبر کا ساتھ دیا ہو، وہ بعد رسول ان کی لاش کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا، لہذا رسول کی تجویز و تکفین اور غسل کا تمام کام علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے انجام دیا اور رسول اللہ (ص) کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں رکھ کر دفن کر دیا۔

## حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت

جب سن ۳۵ ہجری قمری میں مسلمانوں نے خلافت<sup>۲</sup> اسلامی کا منصب حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو پہلے تو آپ نے انکار کر دیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھا تو آپ نے اس شرط سے منظور کر لیا کہ میں قرآن اور سنت<sup>۳</sup> پیغمبر (ص) کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رعایت سے کام نہ لوں گا۔ جب مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کر لیا تو آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی۔ مگر زمانہ آپ کی خالص دینی حکومت کو برداشت نہ کر سکا، لہذا بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ، جنہیں آپ کی دینی حکومت کی وجہ سے آپنے اقتدار کے ختم ہوجانے کا خطرہ محسوس ہو گیا تھا، وہ آپ کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا، جس کے نتیجے میں جمل، صفين، اور نہروان کی جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں میں حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے اس شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر، احمد، خندق، و خیبر میں کسی وقت دیکھی جا چکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی۔ ان جنگوں کی وجہ سے آپ کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ آپ اس طرح اصلاح فرماتے جیسا کہ آپ کا دل چاہتا تھا۔ پھر بھی آپ نے اس مختصروں مدد میں، سادہ اسلامی زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت و مزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کر دیئے۔ آپ

شہنشاہ<sup>۴</sup> اسلام ہونے کے باوجود کجهوروں کی دکان پر بیٹھنا اور آپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننے تھے، غربیوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے۔ جو مال بیت المال میں آتا تھا اسے تمام حقداروں کے درمیان برابر تقسیم کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نے جب یہ چاہا کہ انہیں، دوسرے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مل جائے، تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو یہ ممکن تھا، مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے، لہذا مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے اپنے کسی عزیز کو دوسروں سے زیادہ حصہ دوں۔ انتہا یہ ہے کہ اگر آپ کبھی رات کے وقت بیت المال میں

حساب وکتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آجاتا اور غیر متعلق باتیں کرنے لگتا تو آپ چراغ کو بھجا دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیت المال کے چراغ کو میرٹ ذاتی کام میں صرف نہیں ہونا چاہئے۔ آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حق داروں تک پہنچ جائے۔ آپ اسلامی خزانے میں مال کو جمع کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

## حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

ابن ملجم نے حضرت علی (ع) کے قتل کا عہد کیا اور سن ۲۰ ہجری قمری میں انیسویں رمضان المبارک کی شب کو کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد کوفہ میں آکر بیٹھ گیا۔ اس شب حضرت علی (ع) اپنی بیٹی کے گھر مہمان تھے اور صبح کو واقع ہونے والے حادثہ سے باخبر تھے۔ لہذا جب اس مسئلہ کو اپنی بیٹی کے سامنے بیان کیا تو ام کلثوم نے کہا کہ کل صبح آپ... کو مسجد میں بھیج دیجئے۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا : قضائی الہی سے فرار نہیں کیا جا سکتا۔ پھر آپنے کمر کے پٹکے کو کس کر باندھا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت علی (ع) سجدہ میں تھے کہ ابن ملجم نے آپ کے فرق مبارک پر تلوار کا وار کیا۔ آپ کے سر سے خون جاری ہوا آپ کی داڑھی اور محراب خون سے رنگین ہو گئی۔ اس حالت میں حضرت علی (ع) نے فرمایا : ”فزت و رب الکعبه“ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پھر سورہ طہ کی اس آیت کی تلاوت فرمائی : ”هم نے تم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور اسی خاک میں واپس پلٹا دین گے اور پھر اسی خاک تمہیں دوبارہ اٹھائیں گے۔“

حضرت علی (ع) اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کی اصلاح و سعادت کی طرف متوجہ تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹوں، عزیزوں اور تمام مسلمانوں سے اس طرح وصیت فرمائی :

”میں تمہیں پرہیز گاری کی وصیت کرتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ تم اپنے تمام امور کو منظم کرو اور ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی فکر کرتے رہو۔ یتیموں کو فراموش نہ کرو۔ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرو۔ قرآن کو اپنا عملی نصاب قرار دو، نماز کی بہت زیادہ قدر کرو، کیوں کہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔“

آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کا عالم یہ تھا کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کرکے آپ کے سامنے لا یا گیا، اور آپ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، تو آپ کو اس پر بھی رحم آگیا۔ آپنے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ یہ ہمارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا، اگر میں صحتیاب ہو گیا تو مجھے اختیار ہے کہ چاہیے اسے سزا دوں یا معاف کردوں اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور آپ نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک بی ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے۔ اور ہرگز اس کے باتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا کیوں کہ یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

حضرت علی علیہ السلام دو روز تک بستر بیماری پر کرب و بیچینی کے ساتھ کروٹیں بدلتے رہے۔ آخر کار زبر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ رمضان کو نمازِ صبح کے وقت آپ کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام نے تجهیز و تکفین کے بعد آپ کے جسم اطہر کو نجف میں دفن کر دیا۔